خوش نوا بھی، نقش گر بھی

بیاد: جانشین امیر شریعت سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

شعیب ودود

علمائے متقدمین اور علمائے متاخرین میں سے ہماری پسندیدہ شخصیت، امت مرحوم کے مخلص حق گو رہنما، علمی وجاہت اور روحانی عظمت کی نظیر، محقق و مدبر، سکہ بند تاریخ دان، بیان میں فصاحت و بلاغت، آواز میں دبدبہ وطنطنہ، اس قحط الرجال میں اسلام کے حقیقی وارث، جانشین امیر شریعت، وضع دار درویش، قادر الکلام شاعر، عربی و فارسی اور اردو کے متبحر عالم جب خطاب کرتے تو قرونِ اولیٰ کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ جرأت و ہمت کے پیکر کو خطابت وراثت میں ملی۔ اکثر و بیشتر دوپہر سے خطاب کا آغاز ہوتا شام ڈھلے تک خطابت کی سحر طراز لہریں علم وآگہی کے سمندر سے اٹھتیں، سامعین کے اذہان وقلوب سے ٹکراتیں اور اپنا گہرا اثر چھوڑ جاتیں۔ ان کی رعنا شخصیت علم نافع کی حقیقی آئینہ دار اور علم و عمل کا حسین امتزاج نظر آتی تھی۔

روزنِ شعور جب وا ہوا تو ہم نے اپنے پورے خاندان کو سید ابوذر بخاریؒ کے گرد جمع اور ان کے علمی حصار میں گرفتار پایا۔ چہرے کی رنگت سرخ وسپید، متحرک وروشن موٹی سبز آنکھیں، قد میانہ، جسم فربہی مائل، پیشانی فراخ، پٹے دار گیسوئے دراز۔ مونچھیں بھی قینچی سے کترواتے یوں عمر بھر استرے کے لمس سے مبرا زندگی گزاری۔ سر پر کپڑے کی اونچی باڑ والی سفید یا ہلکے نیلے رنگ کی کیپ رکھتے۔ سردیوں میں کھدر اور گرمیوں میں ململ اپنے اصلی رنگوں میں پسند فرماتے۔ کہیں خطاب ہوتا تو احرار کا روایتی سرخ لباس زیب تن کرتے۔ کھانے میں جو مل جاتا کھا لیتے۔ لیکن اپنی پسند وناپسند اس میں ضرور شامل فرماتے۔ اس پسند میں سادگی کا عنصر غالب رہتا مگر معجون اور ملغوبا قسم کی سبزیوں کو ''چڑیتہ الکبوتر'' کہہ کر پکارتے۔ رگِ ظرافت پھڑک جاتی، چہرہ طنزیہ مسکراہٹ سے کھل اٹھتا اور مزاحیہ انداز میں فرماتے...... حضرت نے کیا انداز اپنایا ہے۔ آپ کی پسند کے قربان جایئے۔ خضروات تک کو رگڑا لگا دیا ہے۔ پسندیدہ مشروب سادہ پانی تھا، برف میں پانی ڈال کر پیتے۔ کتاب برحق کی تلاوت کثرت سے فرماتے اور پھر پینے والے پانی پر پھونک دیتے اور پی جاتے۔ ان کی مرغوب غذا ذکرِ خدا تھی۔

سننے والے ان کی تلاوتِ قرآن سے مسحور ہو جاتے۔ ان کا خطاب مبہوت کر دیتا اور ان کی تاریخ بیانی حیران کر دیتی۔ ان کی تقاریر سے لاکھوں آدمی انسان بنے اور رشد وہدایت کے سویروں سے مستفید ہوئے۔ ''جن کے پرتو سے

چراغاں ہیں ہزاروں کے دماغ''۔ وہ محیر العقول عالم دین تھے جو دینی امور پر دل کھول کر بولتے، دنیوی امور بھی پھرولتے اور سیاسی نوسر بازوں کی لگائی گئی گرہیں بھی کھولتے۔ اُن کا زندگی بھر کا معمول نمازِ مغرب سے لے کر نمازِ عشاء تک ذکرِ خدا میں محو رہنا تھا۔ اعزہ واقربا ہوں یا وقت کے فرماں روا اگر اس وقت آجاتے تو منتظر کرم بیٹھے رہتے۔ ذکرِ الٰہی سے فارغ ہوتے ہی مہمانانِ گرامی کا خندہ پیشانی اور شایانِ شان خورونوش سے اکرام کیا جاتا۔ عام مہمانوں کو اپنی علمی و ادبی شگفتہ باتوں سے محظوظ کرتے جبکہ کسی دنیوی سودے بازی کی امید میں آنے والے سیاسی ریاکاروں، مذہبی خرکاروں یا سرکاری ہرکاروں کو دیکھتے تو طبیعت برہم ہو جاتی اور یہ مخلوقات ٹکا سا جواب لے کر الٹے پاؤں لوٹ جاتیں۔

۱۳؍ دسمبر ۱۹۲۶ء کی یخ بستہ صبح امرتسر کے محلّہ کٹڑہ مہاں سنگھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اور قرآن کریم کا آغاز والدہ ماجدہ کی شفقت بھری ٹھنڈی چھاؤں تلے ہوا۔ بعد میں اس وقت کے جید قاری حضرت کریم بخش رحمہ اللہ تعالیٰ کی زیرِ نگرانی قرآن حفظ کیا۔ ان کے دوسرے استاد و مربی جامعہ خیر المدارس ملتان کے بانی جیّد عالم دین اور ولی کامل حضرت مولانا خیر محمد جالندھری تھے۔ سید ابوذر بخاری ۱۹۴۰ء میں مدرسہ خیر المدارس جالندھر میں داخل ہوئے اور ۱۹۴۷ء تک جالندھر ہی میں زیرِ تعلیم رہے۔ ۱۹۴۷ء آپ کی تعلیم کا آخری سال برصغیر کی تقسیم کی نذر ہو گیا۔ یوں حیاتِ عزیز کا ایک تعلیمی سال رائیگاں گیا۔ ۱۹۴۸ء میں جب اس عظیم الشان مادرِ علمی کی میزبانی کا اعزاز ملتان کو حاصل ہوا تو سندِ فراغت پانے والے اوّلین طلباء میں آپ بھی شامل تھے۔ استادِ محترم کے حکم خیر کے مطابق چند برس حدیث، فقہ اور ادب اسلامیہ کے اسباق جامعہ خیر المدارس میں ہی پڑھاتے رہے۔ حضرت خیر محمد جالندھری جیسی جلیل القدر ہستی سے انھیں صرف شرفِ تلمذ ہی حاصل نہیں رہا بلکہ وہ استادِ محترم کی خاص عنایات اور توجہات کا محور و مرکز بھی بنے رہے،

لیکن جلد ہی انھوں نے تدریس و تعلیم سے اپنا رخ پھیر کر تحریک و تنظیم کی کٹھن راہ اپنا لی۔ انھوں نے ایک بلند پایہ خطیب، ایک عالم باعمل، عظیم محقق و مدبر اور باکمال شاعر و ادیب کی حیثیت سے پہچان اور پزیرائی پائی۔ اصحاب رسول کی عظمت و توقیر کے حقیقی پاسباں بنے۔ انھوں نے شہرت، اقتدار، آسائشوں اور تعیّشات کو ٹھکراتے ہوئے عمر بھر صحیح عقیدے اور نظریے کی جنگ لڑی اور کارکنانِ احرار کو فکری اور نظریاتی لحاظ سے ناقابلِ تسخیر بنا دیا۔

سید ابوذر بخاری نے اپنے منفرد علمی و ادبی ذوق کی تسکین بلکہ ترویج کے لیے ۱۹۵۰ء میں ایک ادبی تنظیم ''نادیۃ الادب الاسلامی'' قائم کی۔ آپ کی علمی وجاہت اور وسیع المطالعہ شخصیت کے گرد بہت سے اعلیٰ ادبی ذوق کے حامل نوجوان ادیب اکٹھے ہو گئے اور آپ کی قیادت میں سہ ماہی مجلّہ ''مستقبل'' نکلنے لگا۔ مولانا عبدالرشید نسیم المعروف بہ علامہ طالوت کو سرپرست اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ (علامہ طالوت وہی ہیں جنھوں نے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی اور علامہ اقبال کے مابین نظریۂ قومیت پر خط کتابت کروانے میں اہم کردار ادا کیا تھا) بعد میں حضرت ابوذر بخاری نے ملتان ہی سے ''مزدور'' کے نام سے سہ روزہ اخبار نکالا۔ وسائل کی عدم فراہمی، اشتہارات کی کمی اور سرمایے کی قلت کے سبب

اخبار اور مجلّہ تو بند ہو گئے مگر بخاری سید زادے کے جواں ارادوں، امنگوں اور مزدوروں کی حمایت کے پاکیزہ جذبے کو خلق خدا نے بہت سراہا۔

روئیں گے یاد کر کے اہلِ نظر
کارنامے ہم ایسے بھی کر جائیں گے

وہ وطن خداداد کے ان چند افراد میں سے تھے کہ جن کے علم کی گہرائی میں دین و دانش فلسفہ و منطق اور تاریخ و سیرت کے سمندر موجزن تھے۔ عربی اور فارسی پر اتنا عبور اور ایسی دسترس تھی کہ جو بھی پیاسا ایک بار ان کے قریب پہنچ جاتا سیراب اور سرشار ہو کے پلٹتا۔ اس علمی وسعت و گہرائی کے پس پردہ کم و بیش تیس سالہ ''مطالعہ فرمائی'' کارفرما تھی۔ نوجوان بیٹے کی فصیح البیانی، الفاظ کی فراوانی اور تاریخی واقعات کے بیان میں روانی دیکھ کر حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری انگشت بدنداں ہو جاتے اور خوشگوار حیرت میں مبتلا بھی۔

ہوا ہے گو تند و تیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مردِ درویش جس کو حق نے دیئے ہیں اندازِ خسروانہ

حضرت ابوذر بخاری کا اصل نام عطاء المنعم تھا۔ خاندان اور کارکنان حلقوں میں ''حافظ جی'' مشہور تھے۔ تخلص بھی حافظ فرماتے تھے۔ ایام طالب علمی میں ایک روز دارالحدیث میں سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے احوالِ زندگی کا مطالعہ فرما رہے تھے۔ اُن کی حیاتِ سادہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ اپنا نام ابوذر بخاری رکھ لیا۔ اور پھر تادمِ آخر اسی نام سے جانے پہچانے جاتے رہے۔ ہر صبح کا آغاز قال قال رسول اللہ...... سے ہوتا۔ رات کی تاریکیوں میں تلاوت فرماتے، یہاں تک کہ تہجد کا وقت ہو جاتا۔ آپ اکثر فرماتے تھے کہ کوئی شخص معاذ اللہ قرآن و حدیث کو چھوڑ دے گا تو قرآن و حدیث کا کیا بگڑے گا، اپنی ہی دنیا و آخرت خراب کرے گا۔ سود کی تباہ کاریوں کو اکثر بیان کرتے اور سخت مخالفت فرماتے۔

عمر عزیز کے تقریباً پچاس برس قریہ قریہ بستی بستی خدائے ذوالجلال کی کتاب مبین اور سیرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے رہے۔ حق گوئی و بے باکی اور غیر معمولی شعلہ بیانی کے ساتھ! نہ رات کی راحت کے طلب گار ہوتے اور نہ دن کے آرام کے جویا۔ عمر بھر کے سفر، کٹھن اور دشوار گزار راستوں پر خرام، وقت بے وقت کے طعام اور امت مرحوم کی بھٹکی ہوئی روح پر افسردگی و ملال نے جسمانی طور پر آپ کو کمزور کر دیا۔

اپنے والد گرامی کی طرح حیاتِ مستعار کے آخری کئی سال بیماریوں کے ہجوم سے لڑتے لڑتے...... آخر کار ۲۳ر اکتوبر ۱۹۹۵ء کو...... آپ حیاتِ فانی سے حیاتِ لافانی کی طرف گامزن ہو گئے۔ اور اب شہرِ خموشاں میں:

دن کو ایک نور برستا ہے تری تربت پر
رات کو چادرِ ماہتاب تنی ہوتی ہے

وہ مزے مزے کی حکایتیں:

سید ابوذر بخاری اور ہمارے نانا جان ملک عبدالغفور انوری دونوں احراری بھی تھے اور یارانِ طرحدار بھی۔ نانا جان روزمرہ بنیادوں پر معمولاً حضرت شاہ جی کی رہائش گاہ پر چلے جاتے تھے۔ جب کبھی نانا جان بوجہ مصروفیت شاہ جی کے ہاں حاضر نہ ہوسکتے تو شاہ جی کی طرف سے کوئی نہ کوئی خادم آن پہنچتا۔ یہ نصف صدی کی روایت نانا جان کی وفات تک جاری وساری رہی۔ نانا جان مرحوم (وفات: ۱۱؍اکتوبر ۱۹۸۸ء) نے جب اس دارِفانی سے کوچ کیا تو ان کی نمازِ جنازہ بھی سید ابوذر بخاری نے انتہائی بیماری کی حالت میں پڑھائی۔ اس دن حضرت شاہ جی سخت رنجیدہ تھے اور اپنے دیرینہ دوست کی وفات پر یہ اشعار بار بار پڑھ رہے تھے۔

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور
ہاں اے فلکِ پیر جواں تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

ہمیں نانا جان کی معیت میں شاہ جی کے ہاں جانے میں بے حد خوشی اور سکون ملتا تھا۔ شاہ جی بہت زیادہ سنجیدہ طبیعت کے آدمی ہرگز نہ تھے۔ وہ لطائف وظرائف سے محفلوں کو کشتِ زعفران بنادیا کرتے تھے۔ وہ مزاح کا اعلیٰ ذوق رکھتے، لطائف خود بھی سنتے اور سن کر لطف اندوز بھی ہوتے۔

بچوں سے شفقت سے پیش آتے۔ بچے جب ان کے ہاں ''تشریف'' لاتے تو یہ انھیں اپنے اعزہ واقارب کی نشانیاں بتلاتے۔ بچوں کے متعلق کہتے کہ ''پاکستان کھاؤ پیو پارٹی'' کے صدور تشریف لارہے ہیں۔ بچوں سے شاہ جی کھانا کھانے کا پوچھتے۔ جواب اگر مثبت ملتا تو بہت خوش ہوتے، فرماتے کہ حضرت کی طبعِ ملائم میں انکار تو ہے ہی نہیں۔ سبحان اللہ...... کیا لُقّن جیسی عادات وخصائل پائی ہیں۔

ایک روز اپنے خادم غلام قادر سے کہنے لگے کہ ادرک کا استعمال کھانے میں زیادہ کیا کرو۔ اگلے دن اس ستم ظریف کو آلو گوشت کا کہا گیا تو وہ ادرک گوشت بنالایا۔ اس ''یومِ ادرک'' کے دن اتفاقاً مہمانانِ گرامی بھی زیادہ تھے۔ جیسے جیسے لقمے حلق سے واپس آنے لگے غلام قادر کو لائن حاضر کردیا گیا۔ معلوم ہوا کہ گزشتہ روز کی ہدایت کے مطابق ادرک کا استعمال زیادہ کیا گیا تھا۔ شاہ جی غلام قادر کی سادہ لوحی پر ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوگئے۔ غلام قادر کو ہدایت کی گئی کہ نئے نئے پکوان بنانا مناسب نہیں۔ تجربات صرف سائنسدانوں کے لیے ہوتے ہیں پھر غلام قادر سے فرمانے لگے...... اجی حضرت...... آپ بھی کسی سائنسدان سے ہرگز کم نہیں۔

☆ ایک دن ایک بہت بڑے رئیس صاحب کا واقعہ سنا رہے تھے کہ صاحب کی گاڑی کا پٹرول ختم ہوگیا اور گاڑی بند

ہوگئی۔ ڈرائیور نے گاڑی رکنے کی وجہ بتائی تو صاحب چیخ کر بولے......تو اسے واپس گھر لے چلو۔

☆ نانا جان کی صورت جمالی اور طبیعت جلالی تھی۔ روٹھنے کی امریکن عادت بچپن سے ہی پختہ ہو چکی تھی۔ وہ کسی بھی شخص پر بگڑتے تو شاہ جی فوراً کوئی لطیفہ کوئی پھلجھڑی سنا دیتے اور نانا جان کا غصہ فوراً ٹھنڈا ہو جاتا۔

☆ ہمیں شاہ جی کے سنائے ہوئے واقعات آج بھی یاد ہیں۔ جن میں سے ایک یہ بھی کہ...... جب بھی دہلی اور لکھنؤ کے دو شعراء باہم ملتے تو کہتے......کہ میاں پورے ہندوستان میں دو ہی شاعر ہیں۔ ایک آپ اور ایک ہم۔ اور آپ بھی کیا ہیں بس ہم ہی ہم ہیں۔

☆ زندگی بھر سادگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ شہر میں تانگے پر سفر کرتے، تانگے کا توازن خراب ہوتا تو کسی دبلے پتلے کو کسی موٹے آدمی سے بدل کر تانگے کا توازن صحیح کرواتے......اور فرماتے کہ پتلے موٹے سب اپنی اپنی اہمیت کے حامل ہیں۔ کہیں کوئی فائدے میں اور کہیں کوئی نقصان میں۔

قادر الکلام شاعر:

شاعری میں سید ابوذر بخاری غزل اور نظم دونوں میں طبع آزمائی فرماتے تھے۔ نعت گوئی پسند فرماتے اور نعتیہ اشعار کثرت سے کہتے۔ ان کے اشعار ملاحظہ فرمائیے:

حقیقت میں سرورِ بندگی پایا نہیں کرتے　　جو عشقِ مصطفیٰ سے دل کو گرمایا نہیں کرتے
زباں پر شکوۂ رودادِ غم لایا نہیں کرتے　　کہ مخلص آزمائش میں بھی گھبرایا نہیں کرتے
جو عاشق ہیں وہ گستاخی کا یارا نہیں کرتے　　وہ ان کے در پہ خود جاتے ہیں بلوایا نہیں کرتے
ٹھکانہ گور ہے تیرا عبادت کچھ تو کر غافل　　کہاوت ہے کہ خالی ہاتھ گھر جایا نہیں کرتے

عمر بھر کے ترستے ہوئے رند کو　　بادۂ عشق و مستی کا جام آ گیا
کچھ گناہوں کو آنسو بہا لے گئے　　کچھ میرا جذب صادق بھی کام آ گیا
ایک ذرہ بنا رشک شمس و قمر　　بادشاہوں کی صف میں غلام آ گیا

ہم نقیبِ خلوص و اسیرِ وفا ، ہم نے معیارِ الفت دوبالا کیا
روئیں گے یاد کرکے اہلِ نظر ، کارنامے ایسے بھی کر جائیں گے
غنچہ ہائے تبسم، سخن کے گہر، آپ کی ہی نگاہوں کے برق و شرر
ہوش وحیرت کے داماں میں سمٹے ہوئے ، ساتھ تاحد فکر ونظر جائیں گے

سید ابوذر بخاری بامقصد شاعری لکھتے۔ بڑے بڑے شعراء آپ سے ملنے آتے۔ حضرت عبدالقادر رائے

پوری کی بیعت کے بعد جگر مرادآبادی نے ام الخبائث سے یکسر ہاتھ اٹھالیا تھا۔ اُس زمانے میں لاہور میں شاہ جی اور جگر مرادآبادی کی ملاقاتیں بکثرت رہیں۔ انھیں معاصر ادبی تحریکوں، رجحانات اور اسالیب کا بھی غیر معمولی ادراک تھا۔ مثلاً ایک غزل کے یہ شعر دیکھئے۔

کیسے ممکن ہے کہ حقائق بھی سرابوں میں ملیں　　　رحمتِ حق کے نشاں کیسے عذابوں میں ملیں
نشۂ عشقِ محمد میں خدا ملتا ہے　　　یہ وہ نشے نہیں جو تم کو شرابوں میں ملیں
دے کہ غم ایسے ہوئے حشر تلک ہم سے جدا　　　اب ملے بھی تو وہ شاید کبھی خوابوں میں ملیں

فارسی کلام کے چند اشعار دیکھئے:

بر فلک عدل مہر و ماہ ست غنی　　　شاہ ست غنی ، بادشاہ ست غنی
چوں جامع مصحف الہ ست غنی　　　دین است غنی و دین پناہ ست غنی
سردار نہ داد دست در دست یہود　　　حق کہ نشانِ لاالہ ست غنی

سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور ان کے فرزند ارجمند سید ابوذر بخاری دونوں قادر الکلام شعراء تھے۔ تحریکی، تبلیغی مصروفیات اور دنیوی نمود و نمائش سے بیزاری نے ان کی شاعری کو شہرتِ دوام تک پہنچانے میں رکاوٹ کا کام کیا۔ مگر مبلغ اسلام کے طور پر پورا عالم اسلام ان حضرات کی خدمت کا تہہ دل سے اعتراف کرتا ہے:

گزرتا تھا گراں جن سے وہ لمحہ بھر جدا ہونا
تعجب ہے کہ ان سے دور اب عمریں بسر ہوں گی

☆☆☆

ABDUR REHMAN
ISLAMIC LIBRARY
عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری

مسجد السلام یاسین شادوالی، مین گلی گیلانی کینال ویو
گلشن فیض، ہیڈ نو بہار (ممتاز آباد) ملتان

وقت مطالعہ
بعد نمازِ عصر

محمد یاسین شاد، منتظم، اکاؤنٹ نمبر 228، بینک آف پنجاب ممتاز آباد، ملتان 0301-7578681